مخالفت اور بُغض انسان کو حق سے بہت دُور کردیتا ہے

(فرمودہ ۱۴- مئی ۱۹۱۵ء)

حضور نے تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت فرمائی:-

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا [1]-

اس کے بعد فرمایا:-

مخالفت اور بغض انسان کو حق سے بہت دور ڈال دیتا ہے- اگر بغض انسان کے دل میں نہ ہو تو غلطیاں اور کمزوریاں تو ہوتی ہی رہتی ہیں لیکن انسان بہت دفعہ ٹھوکر کھاتے ہوئے سنبھل جاتا ہے اور اکثر اوقات گرتے ہوئے محفوظ ہوجاتا ہے- تو کمزوری اور غلطی تو انسان کے ساتھ وابستہ ہے، ہاں ان سے بچنے اور علیحدہ رہنے کے سامان خدا تعالیٰ نے مہیا کردیئے ہوئے ہیں- اس لئے غلطی خوردہ اور کمزوری کا شکار شُدہ انسان ٹھوکریں کھاتے کھاتے ایسا ہی سنبھل جاتا ہے جیسا کہ ابتداء میں بچہ چلتے ہوئے گرتا پڑتا ہے اور بالآخر مضبوط ہوجاتا ہے لیکن جہاں بُغض، حسد اور عداوت درمیان میں آجاتے ہیں وہاں کسی بات کا ماننا اور حق کا قبول کرنا بہت مشکل ہوجاتا ہے-

دیکھو آدم علیہ السلام کا انکار ملائکہ نے کیا تھا اور ایک رنگ میں انہوں نے یہ اعتراض بھی کیا تھا کہ جب آدم پیدا ہوگا تو فساد ہوگا یا اس کی نسل فساد کرے گی لیکن ان کا یہ اعتراض نیک نیتی کی بناء پر تھا- وہ چونکہ نہیں سمجھتے تھے کہ ایسی مخلوق کی کیا ضرورت ہے جو

سفکِ دم کرے گی ۲؎ - اس لئے انہوں نے حصول علم کیلئے سوال کیا- اس کے مقابلہ میں ابلیس نے بھی حضرت آدم کا انکار کیا ہے لیکن اس کا انکار تکبر اور شرارت سے تھا- چنانچہ اس نے کہا کہ اس کو مٹی سے پَیدا کیا گیا ہے اور مجھے آگ سے' مَیں اس کی اطاعت کس طرح کرسکتا ہوں ۳؎ - ملائکہ نے ایسا نہیں کہا تھا بلکہ یہ کہا تھا کہ خلیفہ کی تو اُس وقت ضرورت ہوتی ہے جبکہ فساد کا خطرہ ہو- پس آپ کے خلیفہ بنانے سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ کوئی ایسی مخلوق بھی پیدا کریں گے جو فساد کرے گی اس کی پَیدائش کی غرض ہم کو بتائی جائے- گو یہ بھی اعتراض ہی تھا مگر تکبر اور غرور کی وجہ سے نہ تھا بلکہ ایک رنگ میں علم حاصل کرنے لئے کیا گیا تھا-

ابلیس کی اعتراض کرنے کی یہ غرض نہیں تھی بلکہ اسے حسد تھا کہ کیوں اسے بڑا بتایا ہے اور مجھے چھوٹا قرار دیا ہے- ملائکہ کو تو ماننے کی توفیق مل گئی مگر ابلیس کو نہ ملی اور وہ ہمیشہ کیلئے راندہ گیا- پس اختلاف کوئی بری چیز نہیں ہے' اختلاف ہوا ہی کرتے ہیں اور لوگ اعتراض کیا ہی کرتے ہیں لیکن جو نیک نیتی سے ایسا کرتے ہیں وہ تو ہدایت پاجاتے ہیں اور جو حسد' بُغض اور کینہ اور بدنیتی سے کرتے ہیں انہیں ہدایت نصیب نہیں ہوتی- حضرت مسیح موعودؑ نے جب پہلے پہل دعویٰ کیا تو صرف چند آدمی آپ کے ساتھ تھے اور باقی تمام لوگ مخالفت میں کھڑے ہوگئے تھے اور آپ پر اعتراض کرنے لگ گئے لیکن جوں جوں انہی لوگوں کو جو اعتراض کرتے تھے سمجھ آتی گئی' مانتے گئے- پس جہاں مخالفت بغیر حسد اور ضد کے ہوتی ہے وہاں بہت کچھ امید ہوسکتی ہے کہ شاید سمجھ آجائے لیکن جہاں ایسا نہ ہو وہاں کچھ امید بھی نہیں ہوسکتی کیونکہ ایسے لوگ بہت دور نکل جاتے ہیں- خداتعالیٰ نے قرآن شریف میں ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا ہے کہ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَیَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا ھٰٓؤُلَآءِ اَھْدٰی مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِیْلًا- ان اہل کتاب کو دیکھو ان کی طرف خدا نے کتاب نازل کی تھی اور یہ خدا کے انبیاء کو مانتے ہیں لیکن باوجود اس کے کہ خدا کا کلام ان کے پاس موجود ہے اور ایک ایسا نبی ان کے زمانہ میں پَیدا ہوا ہے جو اُن کے انبیاء کو پہچاننے والا اور ان کی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے خدا کی توحید کو پھیلاتا ہے لیکن یہ ہٹ اور ضِدّ میں ایسے بڑھے ہیں کہ ایک طرف تو شریر مشرکوں اور شیطان کے پرستاروں کی پیروی کرتے ہیں اور ان کی باتوں کو

مانتے ہیں اور دوسری طرف مسلمانوں کی نسبت کہتے ہیں کہ ان سے وہ لوگ اچھے ہیں اور یہ مسلمان کہلانے والے اور اس نبی کے ماننے والے بہت گندے اور بُرے ہیں- فرمایا دیکھو کیسے حماقت میں بڑھ گئے ہیں کہ وہ انسان جو ان کی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے ان کے نبیوں کو سچا مانتا ہے' توحید کا اعلان کرتا ہے اور شرک کی بیخ کنی کرتا ہے' اس کو اور اس کے ماننے والوں کو تو یہ کہتے ہیں کہ گمراہ اور گندے ہیں اور وہ لوگ جو ان کے نبیوں کو گالیاں دیتے ہیں' ان کی کتابوں کو جھوٹا سمجھتے' شرک کرتے اور قسم قسم کی برائیوں میں مبتلا ہیں اُن کو اِن سے اچھا سمجھتے ہیں- کیوں ایسا کہتے ہیں اس لئے کہ ضد اور ہٹ کی وجہ سے یہ حد سے بڑھ گئے ہیں-

کہتے ہیں واقعات دوبارہ دنیا میں ہوتے رہتے ہیں اور پہلی باتوں کا اعادہ کرتے رہتے ہیں یہ درست ہے- شاید بعض لوگوں کو تعجب ہوتا ہو کہ یہودی مسلمانوں کو یہ کس طرح کہہ سکتے تھے کہ ان کی نسبت مشرک اچھے ہیں یہ مسلمان گمراہ اور کافر ہیں لیکن مشرک اور بت پرست ان سے زیادہ ہدایت پر ہیں- یہ بھی ممکن ہے کہ شاید بہت سے لوگ یہ کہہ دیں کہ یہ تو ناممکن ہے کون ایسا کہہ سکتا ہے؟ لیکن نہیں خداتعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ جیسے نیک لوگ ایک زمانہ میں پیدا ہوتے ہیں ویسے ہی دوسرے زمانہ میں بھی پیدا ہوتے ہیں اور جیسے شریر انسان ایک وقت میں ہوتے ہیں ویسے ہی دوسرے وقت میں بھی ہوتے ہیں تاکہ ہر زمانہ کے لوگوں کو معلوم ہو کہ پچھلے واقعات قصے اور کہانیاں نہیں بلکہ واقعات ہیں- مثلاً یہی کوئی کہہ دے کہ یہود نے تو مسلمانوں کو ایسا نہیں کہا' یونہی ان کی طرف یہ اعتراض بنا کر پیش کردیا گیا ہے- پس ان گزشتہ باتوں کو واقعات کے رنگ میں لوگوں کے سامنے رکھنے کیلئے ہرزمانہ میں دُہرایا جاتا ہے- چنانچہ ایک زمانہ تھا جبکہ کسی کا بھائی یا بیٹا احمدی ہوجاتا تو وہ کہتا کہ اس سے تو عیسائی ہوجاتا تو اچھا تھا لیکن کاش احمدی نہ ہوتا- گو غیراحمدی یہ تسلیم نہ کریں کہ آنحضرت ﷺ کی احمدی دل سے عزت کرتے ہیں' قرآن شریف کو دل سے خداتعالیٰ کا کلام سمجھتے ہیں' لیکن یہ تو نہ مانیں گے اور انہیں ضرور ماننا پڑے گا کہ احمدی زبانی طور پر تو ان باتوں کا اقرار کرتے ہیں اور یہ بھی ان کو ماننا پڑے گا کہ احمدی خدا کو تین نہیں بلکہ ایک ہی مانتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کو (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) گالیاں نہیں دیتے لیکن باوجود اس کے وہ یہی کہا کرتے ہیں کہ ہمارا فلاں رشتہ دار عیسائی ہوتا تو اس سے بہتر تھا کہ احمدی ہوتا- پس یہی وہ لوگ تھے جو اس آیت کے معنوں کے مصداق ہیں-

عیسائی جو آنحضرت ﷺ کے منکر ہیں اور آپ پر طرح طرح کے بہتان باندھتے ہیں خدا تعالیٰ کو واحد نہیں بلکہ تین مانتے ہیں- اور ایک انسان کو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں ان سے احمدیوں کو آنحضرت ﷺ کو عزت دینے والے' آپ کو سچا ماننے والے اور آپ کو خَاتَمَ النَّبِيِّن یقین کرنے والے خدا کو واحد سمجھنے والے اور کسی کو اس کا شریک نہ بنانے والے ہوں زیادہ گمراہ اور ہدایت سے دور قرار دیتے تھے- پھر اللہ تعالیٰ بھی بہت بڑا غیور ہے اس نے اپنی غیرت سے کئی ایک ایسے واقعات دکھائے کہ غیراحمدیوں کو سخت ذلیل ہونا پڑا- واقعات تو بہت ہوئے ہیں لیکن میں صرف ایک کی نسبت کچھ سناتا ہوں کسی لڑکے کو احمدیت کی تبلیغ کی گئی جب اس کے والد کو اس کا پتہ لگا اور اس نے دیکھا کہ لڑکا احمدیت کی طرف مائل ہوتا جاتا ہے تو اس نے ایک مجلس میں کہا کہ کاش میرا لڑکا احمدی نہ ہو بلکہ عیسائی ہوجائے تو مجھے اتنا افسوس نہیں ہوگا- کچھ مدت کے بعد واقعہ میں وہ لڑکا عیسائی ہوگیا- اب اس کے باپ کو ہوش آئی اور احمدیوں کے پاس آیا (کیونکہ اور تو کوئی ایسا ذریعہ نہ تھا- کہ جس سے وہ اپنے لڑکے کے واپس لانے کی کوشش کرتا اور کامیاب ہوجاتا) اور آکر کہا کہ اسے احمدی کرلو اور عیسائیت سے نکال لاؤ- پس ایسے لوگوں نے ہی اس بات کی تصدیق کردی کہ پہلے زمانہ میں بھی ضرور یہود نے مسلمانوں کو یہ کہا تھا- اب اس کے بعد دیکھو ہمارے اندر اختلاف ہوا- اس بات کو جانے دو کہ ہم غلطی پر ہیں یا وہ- مگر کچھ ہم میں سے اور کچھ ان میں سے ایسے لوگ ضرور مانے جانے چاہئیں جو نیک نیتی سے ایک دوسرے کی مخالفت کرتے ہوں- فرض کرلو (گو ہم خدا کے فضل سے ہرگز غلطی پر نہیں ہیں) کہ ہماری طرف سے ہی غلطی ہوئی ہے لیکن انہیں پھر بھی یہ ماننا پڑے گا کہ ہم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کسی عداوت اور ضد کی وجہ سے مخالفت نہیں کررہے- اسی طرح اگر یہ کہا جائے کہ وہ غلطی پر ہیں (اور وہ ضرور غلطی پر ہیں) تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ ان میں سے کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو غلطی اور نافہمی سے مخالفت کررہے ہیں- مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ وہ باتیں جو پہلے دوسرے لوگ کہتے تھے اب اس مخالف گروہ نے کہنی شروع کردی ہیں اور وہی رنگ اختیار کرلیا ہے- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ۷؎ واقع میں ان کے دل انہی کی طرح کے ہوگئے ہیں اس لئے وہی اعتراض کرنے لگ گئے ہیں جو حق کی مخالفت میں ضد اور ہٹ میں آنے والا گروہ کیا کرتا ہے- ان کی طرف سے ایک وقت کہا گیا تھا کہ مشرک بخشے جائیں تو بخشے جاسکتے

ہیں لیکن احمدی نہیں بخشے جائیں گے۔ اب انہوں نے بھی کہہ دیا کہ اور تو سب بخشے جاسکتے ہیں لیکن بیعت کرنے والے نہیں بخشے جائیں گے۔ برہمو سماج والے بخشے جائیں گے کیونکہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے خلیفہ کی بیعت نہیں کی اور خدا کے فرستادہ مسیح موعود کو نہیں مانا۔ یونیٹیرین عیسائی باوجود اس کے کہ وہ آنحضرت ﷺ کو گالیاں دیتے' قرآن کریم کی بے ادبی کرتے اور اسلام کو جھوٹا مذہب مانتے ہیں بخشے جائیں گے' مگر یہ مبائعین نہیں بخشے جائیں گے کیونکہ انہوں نے ایک خلیفہ کی بیعت کی ہے۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ "پیغام" میں ایک مضمون نکلا ہے جس میں لکھا ہے کہ

"اب سوال جو پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے:- کہ جو محمودیہ بغیر تمیز دریدہ دہنی اور دلیری سے ان لوگوں کو جن کو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسلمان کہا ہے کافر قرار دیتے ہیں' کیا وہ خود اپنے منہ سے کافر نہیں بن جاتے۔ پھر وہ محمودیہ جو ان کو خلافِ عقیدہ اپنے پِیر کے مسلمان سمجھتے ہیں وہ ہمیں بتائیں کہ وہ اپنے پیر کو اس حدیث کے ماتحت کیا سمجھتے ہیں۔ نیز یہ بھی مُعمہّ حل کردیں کہ کیا ایک مومن کافر کی بیعت کرسکتا ہے۔"

دیکھو ان کے نزدیک غیراحمدی باوجود حضرت مسیح موعود کو گالیاں دینے' جھوٹا' فریبی' دغاباز اور دکاندار وغیرہ وغیرہ کہنے' اس سلسلہ کو باطل ماننے' خدا تعالیٰ کے وعدوں کو جھٹلانے اور آیت اللہ کی تکذیب کرنے کے تو اَھْدٰی مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِیْلًا یعنی پکے مسلمان ہیں مگر مبائعین کافر اور ان سے بدتر ہوگئے ہیں' یہ نتیجہ ہے بُغض اور ضِدّ کا۔

ہماری جماعت کے لوگ اس بات کو یاد رکھیں کہ بغض اور حسد کی وجہ سے حد سے نہیں بڑھنا چاہیئے۔ اس میں شک نہیں کہ انسان کے دل میں گالیاں سن کر ضرور جوش آتا ہے مگر مومن کو چاہیئے کہ حد پر جاکر رُک جائے اور اس سے آگے قدم نہ اُٹھائے۔ مانا کہ وہ تم پر زیادتیاں کرتے ہیں اور تمہیں دُکھ پہنچاتے ہیں لیکن وہ ایسا کرتے جائیں' تمہیں ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ ممکن ہے تم میں سے بھی بعض لوگ کہہ اُٹھیں کہ چونکہ وہ اس قدر حد سے بڑھ گئے ہیں اس لئے ان کے متعلق ہم کوئی فتویٰ دے دیں لیکن ایسا نہیں چاہیئے۔ دیکھو انہوں نے ہمیں کافر کہا ہے ہم بھی اگر انہیں کافر کہیں تو پھر دنیا میں مومن کون رہ جائے گا۔ یہ ایک مشکل مسئلہ ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا کس طرح کافر ہوجاتا ہے اس کے سمجھنے میں لوگوں

نے غلطی کھائی ہے۔ لیکن تم لوگ اس بات کو خوب یاد رکھو کہ اگر فتووں کو ایسا وسیع کیا جائے تو دنیا میں کوئی بھی مسلمان نہیں رہ سکتا۔ مسلمانوں میں جس قدر بڑے بڑے آئمہ گزرے ہیں، ان کے متعلق کفر کے فتوے ملتے آئے ہیں۔ پس اگر اس حدیث کو ایسا ہی وسیع کیا جائے جیسا کہ یہ لوگ کرتے ہیں تو وہ سب مسلمان کافر قرار پاتے ہیں۔

فرقہ معتزلہ پر بُہتوں کی طرف سے کفر کا فتویٰ لگا ہے حالانکہ حضرت مسیح موعودؑ نے انہیں مسلمان کہا ہے۔ پس معتزلی جماعت کے پیدا ہونے کے وقت سے اِس وقت تک جس قدر مسلمان ہوئے ہیں یا کم سے کم ان میں سے اکثر کو تو ضرور کافر کہنا پڑے گا۔ ابن تیمیہ جیسا عظیم الشان امام۔ حضرت محی الدین ابن عربی کو کافر قرار دیتا اور ابلیس اور رئیس الملحدین کے نام سے یاد کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ دونوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ پھر کیا اس امام کو بھی کافر کہو گے۔ غرض اگر اس حدیث کو عام کرو تو آنحضرت ﷺ کے کچھ عرصہ بعد سے آج تک ایک بھی مسلمان ثابت نہیں کرسکتے۔ پھر اتنا تو غور کریں کہ جن غیراحمدیوں کو یہ لوگ مسلمان قرار دیتے ہیں وہ سب کے سب ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں پھر ان کو مسلمان کہنے کا ان کے پاس کیا ثبوت ہے۔ اول تو وہ سب ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں اور اگر تعلیم یافتہ گروہ کا ایک حصہ اس سے پاک ہے تو وہ ان کافر کہنے والوں کو بھی مسلمان قرار دیتا ہے اور اس طرح کافر بن جاتا ہے۔ پھر ان لوگوں کو اپنے ہی خیال کے خلاف مسلمان کیوں کہتے ہیں۔ دراصل لوگوں نے اس مسئلہ کو سمجھا ہی نہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ کسی وقت اس مسئلہ کے متعلق اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو کچھ لکھوں اور اس حدیث کا جو مطلب خدا تعالیٰ نے مجھے سمجھایا ہے اس سے لوگوں کو آگاہ کروں۔

آج کل تو جماعت کے دو ٹکڑے ہیں۔ ایک دوسرے کو جو چاہے کہہ لے لیکن حضرت مولوی صاحب خلیفہ اول کی بیعت میں تو دونوں فریق تھے کیا وہ اس فریق کو جو غیراحمدیوں کو کافر قرار دیتا تھا کافر کہتے تھے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں کیونکہ وہ ان لوگوں کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے تو اب یہ سوال ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے اس فتویٰ کے مطابق کہ کافر کو مسلمان کہنے والا بھی کافر ہوتا ہے۔ حضرت خلیفہ اول کی نسبت یہ ہم پر فتویٰ لگانے والے کیا کہیں گے۔ غرض اپنی نادانی سے یہ لوگ ساری دنیا کو کافر بناتے ہیں اور کوئی جماعت بھی مسلمانوں کی نہیں رہتی۔ غیراحمدی اس لئے کافر کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں

یا کافر کہنے والوں کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ احمدی جماعت اس لئے کافر کہ ایک حصہ تو مسلمانوں کو کافر کہتا ہے اور ایک دوسرا حصہ ان کافر کہنے والوں کو مسلمان ہی خیال کرتا ہے اور ان پر کفر کا فتویٰ نہیں لگاتا۔ اور ایک تیسرا حصہ اس لئے کہ گو وہ احمدی جماعت کے اس حصہ کو تو کافر کہتا ہے جو غیراحمدیوں کو کافر سمجھے لیکن وہ حضرت خلیفہ اول کو جو اس حصہ کو مسلمان سمجھ کر نَعُوْذُ بِاللّٰہِ کافر ہو چکے تھے مسلمان سمجھتا ہے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

میرے دوستو! خوب یاد رکھو۔ فتویٰ لگانا ہر شخص کا کام نہیں ہے کیونکہ ہر ایک آدمی باریک مسائل نہیں سمجھ سکتا۔ مسلمانوں کو کافر کہنے والے اور کافر کو کافر نہ سمجھنے والے پر کفر کا فتویٰ لگانا آسان ہے لیکن کوئی سوچ کر بتائے کہ پھر مسلمان کون رہ جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو اس مسئلہ پر زور دیا ہے تو مانے ہوئے اصول کے مطابق ان پر حُجّت قائم کی ہے کیونکہ ان کو ان کے کفر کے منوانے کا یہ سیدھا طریق تھا کہ ان کو کہا جاتا تم اپنے عقیدے کے مطابق خود ہی کافر ہو کیونکہ جب ہم اپنے آپ کو مومن سمجھتے ہیں تو تم ہم کو کافر کہنے والے کافر ہو گئے ہو۔ یہ ایک آسان طریق ان کو کافر کہنے کا تھا ورنہ اصل وجہ ان کے کفر کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انکار کی تھی۔ چنانچہ جہاں آپ نے ان کو مسلمان کہنے کے متعلق ذکر فرمایا ہے وہاں یہ شرط بھی لگادی ہے

"بشرطیکہ ان کے ایمان میں نفاق اور شبہ نہ پایا جاوے اور خدا کے کُھلے کُھلے معجزات کے مکذب نہ ہوں۔"

تو ان کو اصل کفر حضرت مسیح موعود کے انکار کی وجہ سے ان پر عائد ہوتا تھا پس اس مسئلہ میں حد سے نہیں بڑھنا چاہیئے۔ غیرمبائعین خواہ ہمیں کافر چھوڑ اَکْفَرْ کہیں اور جو ان کا جی چاہے فتویٰ لگائیں اور غیراحمدیوں کو مسلمان کہنے کی خاطر ہمیں کافر قرار دیں' لیکن ہم انہیں غیراحمدیوں سے اچھا ہی سمجھتے ہیں اور کافر نہیں مسلمان یقین کرتے ہیں۔ اس لئے ہم اَلَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَیَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا ھٰٓؤُلَآءِ اَھْدٰی مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِیْلًا سے بری ہیں غیراحمدی حضرت مسیح موعودؑ کا انکار کرتے' آپ کو گالیاں دیتے اور برا بھلا کہتے ہیں لیکن غیرمبائعین ایسا نہیں کرتے۔ انہوں نے خدا کے ایک فرستادہ کو مانا ہے' خواہ مان کر انہوں نے اس کے درجہ کو گھٹا

ہی دیا مگر پھر بھی وہ اٰمَنُوْا میں شامل ہیں کیونکہ وہ خداتعالیٰ کے سب نبیوں پر ایمان لاتے ہیں۔ بلکہ ہم تو عیسائیوں اور غیراحمدیوں کے مقابلہ میں بھی غیراحمدیوں کو اَھْدٰی قرار دیتے ہیں نہ کہ مسیحیوں کو کیونکہ غیراحمدی ایمان کے جس درجہ پر ہیں گو وہ ان کو مسلمان نہ بناتا ہو مگر مسیحیوں سے بہرحال ہزار درجہ بہتر ثابت کرتا ہے کیونکہ غیراحمدی صرف آخری مامور کے منکر ہیں۔ حالانکہ مسیحی آنحضرت ﷺ اور قرآن کریم کے بھی منکر ہیں۔ اسی طرح مسیحی اور یہودی مذہب کے مقابلہ میں ہم یہودیوں کو کبھی مسیحیوں سے اَھْدٰی نہ کہیں گے کیونکہ وہ حق کے قبول کرنے میں یہودیوں کی نسبت مسلمانوں کے قریب ہیں۔ غرض جس جس قدر کوئی شخص ایمان کی باتوں کو زیادہ مانتا ہے خواہ وہ مسلمان نہ بھی ہو، ہم تب بھی اس سے کم درجہ کے انسان سے اسے اَھْدٰی ہی یقین کرتے ہیں۔

باقی رہا سزا جزاء کا معاملہ وہ خداتعالیٰ کے اختیار میں ہے اور یہ اس کا اپنا کام ہے اس میں دخل دینے والا انسان احمق اور نادان ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے سزا دے۔ ہاں اس نے کچھ قواعد مقرر کئے ہوئے ہیں جو کچھ ظاہری ہیں اور کچھ باطنی۔ باطن کی نسبت ہم نہیں جانتے کہ وہ کس پر منطبق ہوسکتے ہیں۔ البتہ ظاہری قواعد پر ہم کسی کو پرکھ سکتے ہیں۔ لیکن جزاء و سزا کا فیصلہ اندرونی خیالات، حالات اور اعتقادات وغیرہ پر ہی ہوگا، اس لئے کسی کی نسبت جنمی یا بہشتی ہونے کا فیصلہ ہم نہیں کرسکتے۔ ممکن ہے کہ ایک مسلمان ہو مگر اعمال سے ایسا گرا ہوا ہو کہ جہنم کے قابل ہو اور ممکن ہے ایسا کافر ہو کہ آنحضرت ﷺ کا نام اس تک نہ پہنچا ہو مگر اس کے اعمال بتاتے ہوں کہ اگر یہ آنحضرت ﷺ کانام سنتا تو ضرور مان لیتا۔ اور جس طرح آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو موقع دیا جائے گا ہوسکتا ہے کہ وہ شخص اُس وقت مان کر بہشت میں داخل ہوجائے۔ اسی طرح ممکن ہے کہ ایک احمدی گنہگار سزا پاجائے لیکن ایک غیراحمدی جو مسیح موعود کے نام سے بھی ناواقف ہے وہ دوبارہ موقع دیا جانے پر ہدایت قبول کرکے انعامِ الٰہی کا وارث ہوجائے۔

پس کفرو اسلام کے متعلق فتویٰ دینا بہت مشکل ہے۔ جب تک غیرمبائعین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعووں کی تاویلیں کرتے ہیں اور انکار نہیں کرتے اور جب تک کوئی ایسا مأمور من اللہ نہیں آتا جس کا انکار کفر ہو اور یہ اس کا انکار نہیں کرتے تب تک

باوجود ہمارے اس عقیدہ کے کہ ان کے عقائد حضرت صاحب کے دعووں کے خلاف ہیں اور یہ حضرت صاحب کے دعووں کی غلط تاویلیں کرتے ہیں ان کے متعلق ہمارا اعتقاد یہی ہے کہ وہ احمدی ہیں اور غیراحمدیوں سے اچھے ہیں- ان کا ہم کو کافر کہنا ضد اور ہٹ کی وجہ سے ہے اور یہ بھی ان کی کمزوری کی بہت بڑی دلیل ہے کیونکہ وہ ہم کو تو کافر کہتے ہیں لیکن حضرت مسیح موعودؑ کے اشد ترین مخالفوں کو مومن خیال کرتے ہیں- ایسے لوگوں کو ہدایت بہت کم نصیب ہوتی ہے لیکن ہماری توپھر بھی یہی دعا ہے کہ خداتعالیٰ انہیں ہدایت دے- آمین-

(الفضل ۱۷، ۲۰- مئی ۱۹۱۵ء)

---

۱ النسآء:۵۲ ۲ البقرۃ:۳۱ ۳ صٓ:۷۷

۴ البقرۃ:۱۱۹